اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا

بہت بڑا گناہ

مفتی عبید الرحمٰن
مایار، مردان

تعارف وپسِ منظر

نصوص کے پیش نظر جو چیز ایک بڑے جرم اور عظیم گناہ کی حیثیت رکھتی ہے، وہ ''صدّ عن سبیل اللہ'' ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، اللہ تعالیٰ کے راستے سے یہاں دینِ اسلام اور اس کی تمام تر تعلیمات مراد ہیں۔ اسلامی کتابوں کے اصل مخاطب چونکہ مسلمان ہوتے ہیں اور مسلمان سے یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کو دینِ اسلام سے روکنے کی جسارت کریں گے، نیز خلافت یا واقعی اسلامی حکومت کے سایہ میں رہتے ہوئے ایک طرف دینی اور مذہبی حس بیدار اور توانا رہتی ہے، ساتھ دینی نقطۂ نظر سے پروپیگنڈہ کا بھی ماحول نہیں ہوتا، اس لیے ایسے ماحول میں رہتے ہوئے ایک مسلمان سے بہت بعید ہے کہ وہ کسی کو دینی تعلیمات سے روکے یا اس کا ذریعہ بنے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ گناہوں کی تفصیلات پر مشتمل کتابوں میں اس گناہ کا عام طور پر ذکر نہیں ملتا۔

یہاں پہلے چند نصوص ذکر کیے جاتے ہیں جن سے اس جرم کی مذمت واضح ہورہی ہے، ساتھ ہر نص سے حاصل ہونے والے کچھ فوائد ونتائج بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیے جائیں گے، اس کے بعد اس کی مختلف صورتیں اور ان کے شرعی احکام اور پھر عملی تجاویز ذکر کی جائیں گی۔

مذمت پر مشتمل چند نصوص

ارشادِ خداوندی ہے:

''یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ ؕ وَّصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ کُفْرٌۢ بِهٖ

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهٖ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ'' (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: ''لوگ آپ سے شہرِ حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجیے کہ اس میں (خاص طور پر) قتال کرنا (یعنی عمداً) جرمِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں روک ٹوک کرنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام (یعنی کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ (مسجد حرام) کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کردینا جرمِ عظیم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

اس آیتِ مبارکہ سے ''صد عن سبیل اللّٰہ'' کا عظیم گناہ ہونا واضح ہو رہا ہے، ایک تو اس لیے کہ اس کو حرمت کے مہینوں میں قتل وقتال کرنے سے زیادہ بڑا (گناہ) قرار دیا، ساتھ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس کو کفر اور مسجد حرام کے اہل کو وہاں سے نکالنے جیسے گناہوں کے ساتھ ملاکر ذکر فرمایا گیا۔ فرمانِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَتَّخِذُوْٓا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔'' (النحل:۹۴)

''اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ، کبھی (اس کو دیکھ کر) کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے، پھر تم کو اس کے سبب سے کہ تم (نقض عہد کرکے دوسروں کے لیے) راہِ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

یہاں ''بِمَا صَدَدْتُّمْ'' میں ''ب'' سبب کے لیے ہے اور ''ما'' مصدریہ ہے، حاصل یہ ہوا کہ اگر مسلمان لوگ اپنی قسموں کو باہم فساد کا ذریعہ بنائیں گے تو کچھ لوگ دیکھ دیکھ دین سے ہی برداشتہ ہوجائیں گے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کو عذاب وتکلیف اُٹھانی پڑے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو گناہ لوگوں کو دین سے دور کرنے کا باعث ہو، اس کا ارتکاب کرنا اس ناجائز ''خدا تعالیٰ کے راستے سے روکنے'' میں داخل ہے، اگرچہ کرتے وقت یہ پہلو مقصود نہ بھی ہو۔ نیز ضابطہ یہ ہے کہ جس گناہ پر عذاب کی وعید آئی ہو وہ کبیرہ گناہ قرار پاتا ہے۔ متعدد آیات میں عذاب کی وعید وارد ہونے سے واضح ہوجاتا ہے کہ خدا کے راستے سے روکنا کبیرہ گناہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَنَادٰٓى أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ أَصْحٰبَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۗ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ أَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ۔'' (الاعراف:۴۴،۴۵)

ترجمہ: ''اور اہلِ جنت اہلِ دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم

نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا، سو (تم سے) جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو (ان) ظالموں پر، جو اللہ کی راہ سے اِعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

اس آیت سے واضح ہوا کہ:

الف: جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، وہ کھلے ظالم ہیں۔

ب: ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور اور لعنت کا نشانہ بنیں گے۔

ج: ایسا کرنا اہلِ جہنم کی صفت اور ان کی عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ ۙ الَّذِيۡنَ يَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰۤـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ۔'' (ابراہیم:۲،۳)

ترجمہ: ''اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو دنیوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور (بلکہ) اللہ کی راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں، ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ''خدا تعالیٰ کے راستے سے روکنا'' بڑی گمراہی ہے، کافروں کی بری اور بہت ہی مذموم صفت ہے، ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے کافر لوگ بھی سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ فرمانِ ربانی ہے:

''اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰى ۙ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ ۔'' (محمد:۳۲)

ترجمہ: ''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انھوں نے اللہ کے رستہ سے روکا اور رسول (علیہ السلام) کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو رستہ نظر آچکا تھا، یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

اس آیتِ مبارکہ میں تین گناہوں اور جرائم کی بنیاد پر ''حبطِ اعمال'' یعنی نیک اعمال ضائع ہونے کی وعید سنائی گئی ہے، ان تین میں سے ایک جرم یہی ''صدّ عن سبیل اللہ'' (اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا) ہے اور نیک اعمال کی بربادی میں اس عمل کا خاص دخل ہے۔ اسی سورت کی بالکل پہلی آیت میں پہلے دو جرائم یعنی

کفر اور ’’صد عن سبیل اللّٰہ‘‘ پر بھی (نیک) اعمال کا گنوا دینا مذکور ہے۔

اس کے علاوہ مختلف آیات سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ کام احبار و رہبان، اہلِ کتاب، قومِ لوط اور مشرکین کے اعمالِ بد کی فہرست میں نمایاں طور پر شامل تھا۔

اللہ کے راستے کے دو مصداق/صورتیں

زیرِ بحث گناہ ’’اللہ کے راستے سے روکنے‘‘ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں سے چند نمایاں صورتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

اس مسئلہ میں ’’اللہ کے راستے‘‘ کا مصداق پورا دین اسلام بھی ہے اور اس کی مختلف شاخیں بھی، چنانچہ بعض دفعہ پورے دینِ اسلام ہی سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی شخص اس دین میں داخل نہ ہو یا جو لوگ اس کے تحت سرسری طور پر داخل ہیں، وہ اس کے ساتھ پوری وابستگی اختیار نہ کرلیں، جبکہ بعض مرتبہ پورے دین کے ساتھ تو ایسا معاندانہ رویہّ اختیار نہیں کیا جاتا، تاہم اس کے بعض شعبوں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا ہے، چنانچہ مختلف طبقات ایسے ہیں جو سود، پردہ، مسنون لباس وحلیہ وغیرہ مسائل سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

روکنے کی متعدد صورتیں

پھر خدا تعالیٰ کی اس راہ سے ’’روکنے‘‘ کی بھی دسیوں شکلیں ہوسکتی ہیں، بنیادی طور پر اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: صراحت کے ساتھ روکنا، مثال کے طور پر کوئی شخص/تنظیم/ملک یہ اعلان کرے کہ کوئی اسلام قبول نہیں کرے گا، یا کوئی شخص/گھرانہ فلاں شرعی حکم پر عمل نہ کرے۔

ب: صراحت کیے بغیر روکنا، مثال کے طور پر کوئی شخص/تنظیم/ملک کسی مجبوری یا مصلحت کے پیش نظر باقاعدہ طور پر یہ اعلان تو نہ کرے کہ کوئی اسلام قبول نہیں کرے گا، یا کوئی شخص/گھرانہ فلاں شرعی حکم پر عمل نہ کرے، لیکن یہی مقصود دوسرے طریقے سے پورا کرے۔

ان دونوں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف وسائل اختیار کیے جاتے ہیں، مثال کے طور پر:

الف: بعض اوقات اس پر سزا مقرر کی جاتی ہے کہ جو شخص اس اعلان کی خلاف ورزی کرے گا، اس کو جسمانی سزا دی جائے گی، بعض جگہ جسمانی سزا کی جگہ مالی یا قید و بند کی سزا تجویز کی جاتی ہے۔

ب: بعض اوقات اس اعلان کی پاسداری پر انعام مقرر کردیا جاتا ہے، مثال کے طور پر جو شخص اسلام قبول نہ کرے یا اسلام کے مخصوص حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرے، اس کے لیے کوئی انعام دیا جاتا ہے، پھر یہ انعام بعض اوقات تو نقد رقم یا قیمتی اشیاء کی صورت میں اس کو دیا جاتا ہے، بعض اوقات منصب ولقب کی شکل میں، جبکہ بعض اوقات کسی بدنی یا مالی بوجھ سے چھوٹ دینے کی صورت میں اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

ج: اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ موافق یا مخالف ماحول پیدا کرنا بھی جزاوسزا کی ایک صورت اور خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی ایک شکل ہے، اور بہت سی جگہ ''دین کی راہ سے روکنے'' کے لیے یہی صورت اختیار کرلی جاتی ہے، چنانچہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر یا اسلام کے کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بنیاد پر اس کے ساتھ سختی کا معاملہ روا رکھا جاتا ہے اور مسلمان نہ ہونے یا اس کے کسی خاص حکم کی مخالفت کرنے کی بنیاد پر اس کے ساتھ ہمدردی، احسان واِکرام کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

د: صراحت کے بغیر روکنے کی ایک صورت وہ بھی ہے جس میں اس وقت مسلمان معاشرے کے متعدد طبقات بھی مبتلا ہیں، وہ یہ ہے کہ خود دین اسلام پر کوئی نقد واعتراض نہ کریں، لیکن مسلمانوں یا دین اسلام کی بعض خاص تعلیمات کے متعلق نقد واعتراض کا ماحول پیدا کریں، اس کے بارے میں لوگوں کی ''رائے عامہ'' کو بدلنے یا ''ہموار'' کرنے کی کوشش کریں، خواہ وہ فلسفیانہ انداز میں اشکال کرنے کی صورت میں ہو یا ماحول وحالات کے سازگار نہ ہونے اور دینی حکم پر عمل کرنے کی صورت میں عائد ہونے والے خطرات وخدشات کو اُبھارنے کی صورت میں ہو، اُبھارنا چاہے خود براہِ راست ہو یا کسی اور فتنہ پرداز شخص کی تشہیر وتعاون کی صورت میں ہو۔

عملی مظاہر

''خدا تعالیٰ کے راستے سے روکنے'' کا جو مفہوم درج بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے، اس کا مختلف سطح پر ارتکاب بلکہ اہتمام کیا جاتا ہے، بہت سی تنظیمیں اور افراد اس کے لیے میدان میں اُتر چکے ہیں، جو مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شرور سے پوری اُمتِ مرحومہ بلکہ پوری انسانیت کو محفوظ ومامون فرمائے، لیکن درج ذیل میدانوں میں اس کا خاص طور پر ایسا اہتمام کیا جاتا ہے جو مؤثر کن بھی ہے اور تباہ کن بھی:

❶: صحافت: اخبار، رسائل وجرائد، کتابیں اور مقالات۔

❷: میڈیا: صحافت اور میڈیا آپس میں مربوط ہیں، تاہم یہاں اس سے آڈیو، ویڈیو، تصویر،

ڈاکومنٹری، نغمیں، صوتی بیانات وتقاریر وغیرہ جیسی چیزیں مراد ہیں۔

❸: دینی جامہ پہن کر اور مذہبی لبادہ اوڑھ کر قصداً کوئی ایسا غلط کام انجام دینا جو لوگوں کے دلوں میں دین اور اہلِ دین کی بدنامی، ہتکِ عزت وغیرہ کا سبب ہو۔

مختلف درجات وصورتیں اور فقہی حکم

الف: اگر کوئی شخص:

①: دینِ اسلام کے قطعی ثابت شدہ احکام کو درست ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

②: درست تو مانتا ہے، مگر اس کے ماننے کو ضروری نہیں سمجھتا۔

③: درست ماننے کے باوجود اس کے ساتھ نفرت وعناد رکھتا ہو۔

④: اس پر ٹھیک طریقے سے عمل کرنے کو مسلمانوں کی بربادی اور زوال کا باعث سمجھتا ہو۔

⑤: اس کو آج کے دور میں ناقابلِ عمل جانتا ہو اور اس لیے کوئی متضاد راستہ مناسب خیال کرتا ہو۔

تو ان تمام صورتوں میں ایسا شخص کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور ایسا شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

ب: اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کفریہ خیال واعتقاد کا قائل نہ ہو، لیکن یوں ہی کسی دنیوی مفاد کے لیے ایسا کرتا ہو تو یہ سخت گناہِ کبیرہ ہے اور خطرہ ہے کہ اس کا یہ عمل اس کو کفر کی دہلیز تک پہنچا دے۔

ج: کسی شخص سے لاشعوری طور پر ایسا کوئی کام سرزد ہو جائے تو بھی اس کام کی نوعیت کو دیکھ کر حکم متعین کیا جائے گا کہ وہ کس درجے کا گناہ ہے۔

خلاصۂ کلام

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین یا اس کے جزوی مسائل وتعلیمات سے لوگوں کو دور رکھنا، متنفر کرنا بڑے گناہوں اور عظیم جرائم میں سے ایک ہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی ہی مذمت فرمائی گئی ہے، اس لیے اس سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کرنا ضروری ہے، دیگر گناہوں کی بنسبت اس سے بچاؤ کا زیادہ سامان کرنے کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ یہ صرف ایک گناہ نہیں ہے جس کا اثر کرنے والے تک محدود ہو، بلکہ دیگر افراد تک بھی اس کا فساد متعدی ہو جاتا ہے، البتہ اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کے احکام بھی مختلف ہیں، اس کی کچھ تفصیل گزشتہ سطور میں ذکر کی گئی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب